تاریخ طبری

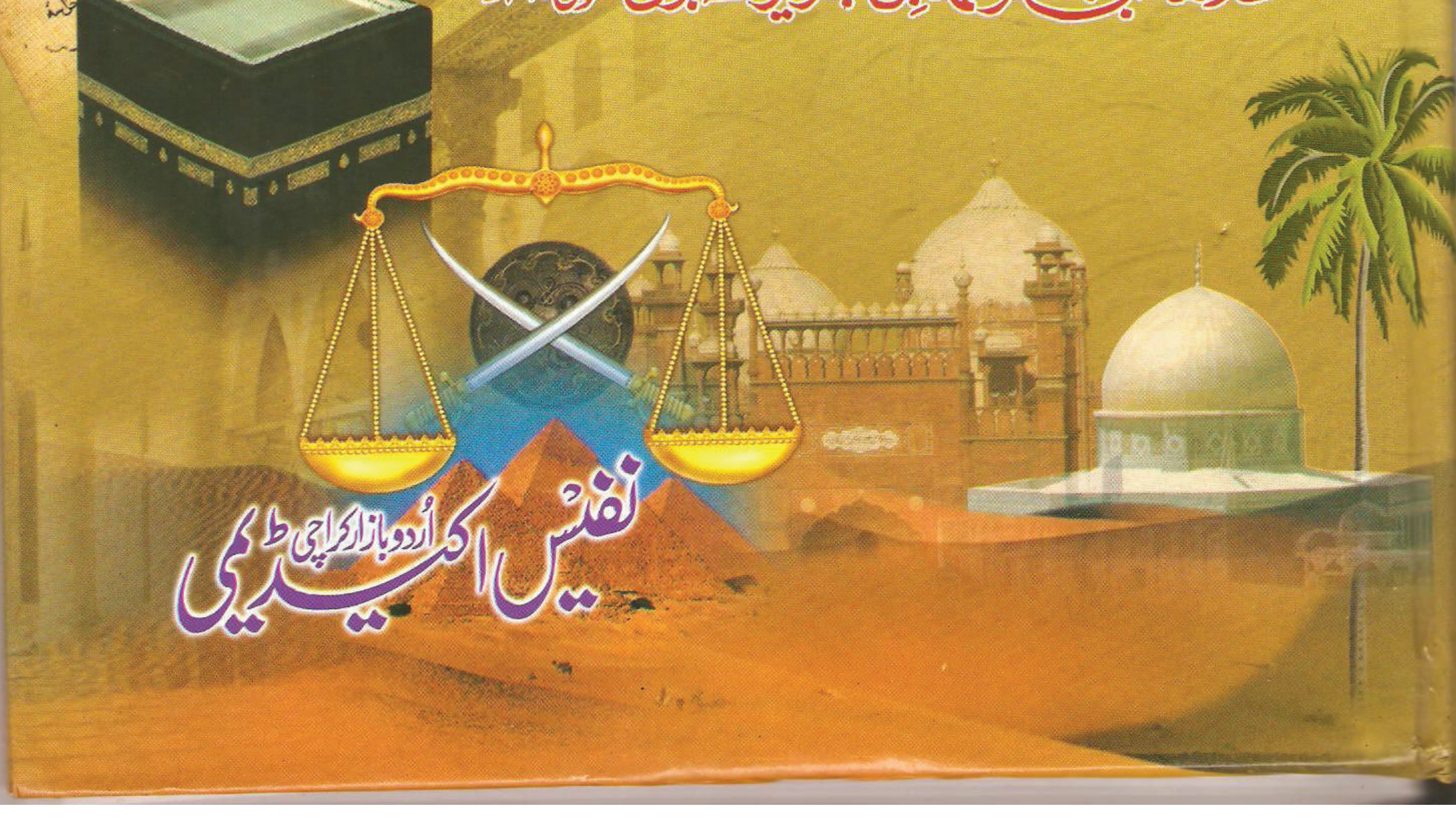
تاریخ الامم والملوک

جلد اوّل

تخلیق کائنات سے لے کر ولادت نبوی تک انبیاء اور امتوں کے واقعات

تصنیف:

علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ



نفیس اکیڈمی

اردو بازار کراچی

تاریخ طبری

تاریخ الامم و الملوک

جلد اوّل

حصہ اوّل۔ دوم

تصنیف: علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ

قبل از اسلام

حصہ اوّل

ترجمہ: ڈاکٹر محمد صدیق ہاشمی

پیدائش ارض وسماء و تخلیق آدم سے لیکر ولادت حضرت محمدؐ تک
مختلف انبیاء تک اور انکی امتوں و بادشاہوں کے واقعات۔

نفیس اکیڈمی
اردو بازار کراچی

تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک

کے

تصحیح وترتیب وتبویب

چوہدری طارق اقبال گاہندری

نام کتاب: ______ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک
مصنف: ______ علامہ ابی جعفر محمد بن جریر الطبری
ناشر: ______ نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی
طبع: ______ جدید کمپیوٹر ایڈیشن اپریل ۲۰۰۴ء
ایڈیشن: ______ آفسٹ

نفیس اکیڈمی
اُردو بازار کراچی

ارض وسما کی تخلیق کا دن

یہودیوں کا نبی کریم ﷺ سے مکالمہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آسمان وزمین کی پیدائش کے بارے میں سوال کیا۔ پس آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے روز پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو بمعہ ان کی معدنیات وخزائن کے منگل کے روز پیدا فرمایا' اور درخت' پانی' شہر آبادیاں' ویران جگہیں یہ سب بدھ کے دن پیدا ہوئیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے دلیل کے طور پر آیت تلاوت فرمائی:

''کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا اور تم اس کے لیے شرکاء قرار دیتے ہو (حالانکہ) وہی رب العالمین ہے اور اس نے زمین کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس زمین کے اندر نفع بخش چیزیں رکھیں اور اسی زمین کے اندر سے لوگوں کی غذائیں مقرر فرمائیں اور یہ سب عمل چار دن میں مکمل ہوا''۔ (سورۃ حم سجدہ آیت نمبر ۹ تا ۱۰)

اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ نے آسمان کو پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن ستارے' سورج' چاند اور فرشتوں کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ جمعہ کے دن کی تین گھڑیاں باقی رہ گئیں تھیں پھر ان تین گھڑیوں میں سے پہلی گھڑی میں لوگوں کی عمریں' اور دوسری گھڑی میں آفات ومصائب کو پیدا فرمایا' اور تیسری اور آخری گھڑی میں آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ ان کو جنت میں رہائش عطا فرمائی' اور ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا انکار پر اسے جنت سے نکال دیا گیا یہ سب آخری گھڑی کے ختم تک ہوا۔

یہود کہنے لگے پھر کیا ہوا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثم استوی علی العرش (پھر وہ اپنی شان کے مطابق عرش پر جلوہ افروز ہوا)

یہودیوں کا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ الفاظ:

یہود نے کہا اگر آپ اختتام صحیح کرتے تو آپ کی بات بالکل درست قرار پاتی اور پھر انہوں نے کہا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آرام فرمایا۔

نبی کریم ﷺ یہ سن کر انتہائی ناراض اور غضبناک ہوئے پھر اس آیت کا نزول ہوا:

''بلاشبہ ہم نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہمیں کچھ بھی تھکاوٹ نہ ہوئی۔ پس آپ ان کی باتوں پر صبر کرتے رہیں''۔ (سورۃ ق آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹)

پیدائش آدم علیہ السلام:

رسول اللہ ﷺ نے میرا (حضرت ابو ہریرہؓ کا) ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور مکروہ ناپسندیدہ جگہوں کو منگل کے دن اور روشنی کو بدھ کے دن پیدا فرمایا اور جمعرات کے دن حیوانات کو زمین پر پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یہ آخری مخلوق جمعہ کی آخری گھڑی میں عصر و

مغرب کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔

عبداللہ بن سلام اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپس میں جمعہ کی اس مخصوص ساعت کے بارے میں تذکرہ کر رہے تھے جس کی فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں اس ساعت کو زیادہ جانتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کی ابتداء اتوار کے دن فرمائی تھی اور جمعہ کے دن آخری ساعت میں فراغت ہوئی پس وہ ساعت بھی جمعہ کی آخری ساعت ہی ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اتوار کے دن کیا چیز پیدا ہوئی؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن زمین کو پیدا فرمایا اور اس کو پھیلا دیا پھر یہود نے پیر کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ پھر یہود نے منگل کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پانی کو اور بہت سی چیزوں کو پیدا فرمایا پھر یہود نے بدھ کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن غذا اور خوراک کو پیدا کیا گیا پھر یہود نے جمعرات کے بارے میں پوچھا فرمایا کہ اس دن آسمان کو پیدا فرمایا پھر یہود نے ہفتہ کے بارے میں پوچھا اور پھر خود ہی کہا کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے آرام کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ (اللہ اس سے پاک ہے) اور پھر یہ آیت نازل ہوئی:

''بلاشبہ ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان چیزوں کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہمیں کچھ بھی تکان نہ ہوئی''۔

(سورہ ق آیت نمبر ۳۸)

وقت تخلیق زمانہ؟:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی دو روایات خوب وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شمس و قمر کی پیدائش سے پہلے ہی بہت سی چیزوں کو پیدا فرما دیا تھا چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ شمس و قمر کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا' اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن لیل و نہار کی ساعات کو پیدا کیا گیا' اور ان سے پہلے آسمان و زمین شجر و حجر چرند پرند و جبال اور پانی وغیرہ بہت سی چیزیں پیدا ہو چکی تھیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ سب چیزیں موجود تھیں لیکن لیل و نہار نا موجود تھے اور زمانہ چونکہ لیل و نہار کی ساعات کا نام ہے۔ سو یہ کہنا درست ہے کہ تخلیق زمانہ سے قبل بہت سی چیزیں تخلیق ہو چکی تھیں اور اسی کا اثبات یہاں مقصود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو روایت ماقبل میں گزری کہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن نور کو پیدا فرمایا تھا اور اس نور سے مراد نور الشمس ہی ہوگا' انشاء اللہ تعالیٰ۔

اعتراض:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک طرف تو آپ یہ کہتے ہیں کہ 'یوم' طلوع فجر سے غروب شمس تک کے وقت کا نام ہے اور پھر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ شمس و قمر کو اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق سے چند یوم کے بعد پیدا فرمایا تھا جیسا کہ روایت میں گزرا شمس و قمر کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی اور اس سے پہلے یوم الاخر' یوم الاثنین' یوم الثلاثا وغیرہ کو آسمان و زمین اور ان کے منافع وغیرہ کی تخلیق ہوئی گویا کہ شمس و قمر کی تخلیق سے پہلے آپ نے وقت ثابت کیا اور اس کا نام ایام رکھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ شمس وقمر نہ تھے لیکن ایام تھے حالانکہ ایام کا تو وجود ہی شمس وقمر پر موقوف ہے۔ اس لیے کہ یوم طلوع فجر سے غروب شمس تک کے وقت کا نام ہے۔ اگر آپ اس کی کوئی معقول دلیل پیش نہ کریں تو آپ کے کلام میں تناقص وتعارض ہوگا جو کہ مناسب نہیں۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ جس وقت کو ہم نے ایام کا نام دیا ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ ہی نام رکھا ہے پس اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نام کو ہم نے بھی اختیار کیا۔ باقی رہا یہ کہنا ''کہ ایام ہوں اور شمس وقمر نہ ہوں یہ ناممکن ہے قطعاً درست نہیں۔ اس لیے قرآن کریم میں ہے۔ ''ولھم رزقھم بکرۃ و عشیا'' (ان کے لیے جنت میں صبح شام رزق ہوگا) حالانکہ جنت میں نہ صبح ہوگی نہ شام اس لیے کہ عالم آخرت میں نہ رات ہے نہ سورج نہ چاند اور صبح شام کا مصروف معنی ایسی چیزوں پر موقوف ہے لیکن اس کے باوجود (بکرۃ وعشیا) کہا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم میں ہے کہ اس دین کی طرف سے کافر مسلسل شک وشبہ میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ دفعتاً قیامت آ جائے یا ان پر یوم عقیم کا عذاب آ جائے۔ (یوم عقیم کا عذاب اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کے بعد رات نہیں) حالانکہ قیامت کے دن شمس وقمر اور معروف لیل ونہار کچھ بھی نہ ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود اس کو یوم کہا گیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ تسمیہ بایام قرآن کریم کی تعبیر کے عین مطابق ہے لہٰذا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

شمس وقمر کی تخلیق سے پہلے وقت کو جو یوم کہا گیا ہے اس یوم سے مراد ایک ہزار سال کی مدت ہے اور سال سے مراد ہماری دنیا والا سال ہے جو بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ فرمان کہ صبح وشام اہل جنت کو رزق ملے گا۔ اس میں صبح وشام سے مراد وہ مخصوص وقت ہے جسے ہم دنیا میں شمس کے جدیاں اور گردش کی وجہ سے پہچانتے ہیں اور اسے صبح وشام کا نام دیتے ہیں وگرنہ جنت میں شمس وقمر اور لیل وغیرہ میں سے کچھ بھی نہ ہوگا لیکن وہ وقت تو ہوگا جو صبح وشام یہاں آتا ہے۔ اسی اعتبار سے بکرۃ وعشیا کہا گیا ہے۔

اور یہ صرف ہماری تحقیق ہی نہیں بلکہ بعض علماء سلف بھی اس کے مثل فرماتے ہیں۔ حضرت مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے متعلق امور ایک ہزار سال تک کے لیے فرشتوں کے سپرد فرما دیتا ہے یہاں تک کہ وہ ہزار سال پورے ہوں پھر اسی طرح دوبارہ ایک ہزار سال تک کے لیے سپردگی ہوتی ہے اور یہ سلسلہ اسی ترتیب سے چلتا رہتا ہے اور ''فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ اس میں یوم سے مراد کن فیکون کی طرح بقدر زمانہ ہے لیکن اس کا نام اللہ تعالیٰ یوم کی طرح جس طرح اس نے چاہا اور ''ان یوم عندر بك کا الف سنۃ مما تعدون'' کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ یوم اور وہ یوم دونوں برابر ہیں۔

اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے شمس وقمر کی پیدائش سے پہلے آسمان وزمین اور بہت سی چیزیں پیدا فرما دی تھیں اس کے مطابق سلف سے کچھ اقوال معقول ہیں مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر منقول ہے۔

''فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ''.

''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین سے فرمایا کہ تم فرماں برداری کرو خوشی سے یا زبردستی وہ دونوں کہنے لگے ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں''۔

اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرمایا کہ تم فرمانبرداری کرو اور میرے شمس کو ظاہر کرو۔ اور زمین سے فرمایا تو شق ہو کر اپنی نہروں کو نکال اور اپنے منافع کو بھی نکال کر باہر کر تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں۔ اس روایت میں آسمان سے کہا گیا کہ شمس وقمر اور نجوم کو ظاہر کرو۔

اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے "و اوحی فی کل سماء امرھا" (اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان کی طرف اس کے کام اور ذمہ داری کی وحی فرمائی)

آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر شمس وقمر، ستارے اور اس کے منافع کو پیدا فرمایا۔

سلف کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ یہ بھی اسی چیز کے قائل ہیں جو ہم نے بیان کی ہیں۔ اس تحقیق مذکورہ سے احادیث و اقوالِ سلف کے حوالہ جات کے ساتھ یہ ثابت ہو گیا کہ آسمان و زمین کی پیدائش زمان، ایام، لیالی اور شمس وقمر سے مقدم ہے۔ واللہ اعلم

اللہ باقی:

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَ جْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾ (سورۃ رحمٰن آیت نمبر ۲۶۔۲۷)

''ہر چیز فنا اور ختم ہو جائے گی صرف آپ کے رب کی ذات جو عزت اور بزرگی والی ہے باقی رہے گی''۔

﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾ (سورۃ قصص آیت نمبر ۸۸)

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کو بقا و دوام حاصل ہے اس کے علاوہ ہر چیز حتیٰ کہ زمانہ لیل و نہار اور شمس وقمر وغیرہ سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے کہ "اذا الشمس کورت" یعنی جب سورج بے نور ہو جائے گا اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ اور یہ قیامت کے روز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز کا فنا و ختم ہونا ایسی چیز ہے جس کے تمام اہل ادیان سماویہ قائل ہیں۔ خواہ وہ اہل اسلام ہوں یا اہل تورات و اہل انجیل اور مجوس وغیرہ۔ اسی لیے ہم نے اس بحث میں زیادہ دلائل پیش نہیں کیے۔ البتہ ایک قوم (دہریہ) نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ لیکن ہم ان کے قول کے غلط ہونے پر اس کتاب میں نہ کوئی بحث کریں گے اور نہ کسی قسم کے دلائل پیش کریں گے۔ اس لیے کہ ان کا خطا پر ہونا بالکل ظاہر و بدیہی امر ہے جس پر دلائل قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ لوگ اس عالم کے فنا کے تو قائل ہیں لیکن بعث بعد الفنا کے قائل نہیں۔ جب کہ جمیع ادیان سماویہ کے قائلین کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز ہلاک و فنا ہونے والی ہے اور اس فنا کے بعد اللہ تعالیٰ اس نقشہ کو دوبارہ قائم فرمائے گا اور جمیع ہلاک شدگان کو زندہ فرمائے گا اور یہ سب قیامت کے دن ہوگا۔

حقیقت نامہ اللہ تعالیٰ:

یہ بات بالکل بدیہی اور اظہر من الشمس ہے کہ عالم میں جو شے بھی مشاہدے میں ہے، وہ جسم ہے یا قائم بالجسم اور جسم دو حال سے خالی نہیں وہ متفرق ہوگا یا مجتمع، اگر متفرق ہے تو اس میں ترکیب و تالیف کا امکان یقینی ہے اور اگر مجتمع ہے تو اس کے اندر بھی

اختراق ممکن ہے اور یہ دونوں (یعنی اختراق مع احتمال الترتیب یا اجتماع مع احتمال الاختراق) چونکہ لازم وملزوم ہیں اس لیے ایک کے معدوم ہونے سے دوسرا بھی معدوم ہو جائے گا۔

اس تقریر کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب دو جز اختراق کے بعد مجتمع ہوں تو ان کا یہ اجتماع حادث ہوگا اس لیے کہ یہ اجتماعی شکل پہلے نہ تھی اسی طرح اجتماع کے بعد اختراق واقع ہو تو یہ اختراق بھی حادث ہوگا اس لیے کہ یہ اجتماعی شکل پہلے نہ تھی اور نہ یہ اختراقی شکل۔ بلکہ سب بعد میں پیدا ہوئی ہیں۔ جب عالم میں موجود ہر شئ کا یہ ہی حال ہے کہ اس پر حدوث طاری ہوتا ہے تو ان مشاہداتی اشیاء کی جنس میں سے جو اشیاء مشاہد نہیں (عدم کی وجہ سے) تو ان کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ وہ بھی حدوث سے خالی نہ ہوں گی۔

اس کے ساتھ ساتھ اس بات میں کچھ شک نہیں کہ اگر شئ مجتمع ہے تو کسی مؤلف کی تالیف (ترکیب) کی وجہ ہی سے وہ اس شکل میں ہے اسی طرح اگر مفرق ہے تو کسی مفرق کی تفریق کے سبب ہے اور یہ مؤلف ومفرق ایسی ذات ہوسکتی ہے کہ جو اس حدوث سے پاک ہو جو ان پر واقع ہوتا ہے۔ یعنی اجتماع واختراق کے احوال کا ورود اس پر جائز نہ ہو اور وہ واحد وقہار ذات ہے جو تمام مختلفات کو جامع ہے اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ان دلائل سے حتمی طور پر یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان اشیاء کی صورت (مجتمع یا متفرق) بنانے والا اور ان کا محدث ہر چیز سے پہلے وجود رکھتا تھا۔ سو لیل ونہار اور زمان وساعات سب حادث ہیں اور ان کا محدث وہ ہے جو ان کے وجود سے قبل ہی ان میں تدبیر وتصرف کرتا تھا اس لیے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ شے محدث موجود ہو اور اس سے پہلے ان کا محدث موجود نہ ہو۔

باری تعالیٰ کا یہ قول اس پر نہایت مضبوط وقوی ترین دلیل ہے:

ترجمہ: ''کیا انہوں نے اونٹ کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے اس کو کیسے بنایا ہے اور آسمان کی طرف کہ اس نے اس کو کیسا بلند کیا اور پہاڑوں کی طرف کہ اس نے ان کو کیسے نصب کیا اور زمین کی طرف کہ اس نے اس کو کیسے بچھایا''۔ (سورۃ غاشیہ)

لیکن یہ دلیل اس شخص کے لیے ہے جو اپنی عقل کے ساتھ غور وفکر کرے اور ان کے ذریعے قدم باری تعالیٰ اور اس کے محدث ہونے پر استدلال کرے۔ نیز ان اشیاء کے علاوہ جو ان کی ہم جنس ہیں ان کے حادث ہونے پر اور اس پر کہ ان سب کی خالق ایسی ذات ہے جو ان کے مشابہ نہیں اس پر بھی استدال کرے۔

ہمارے رب تبارک وتعالیٰ نے ان اشیاء پہاڑ' زمین' اونٹ' وغیرہ کا جو ذکر فرمایا ہے' ابن آدم ان پر بار برداری' منتقل کرنا' کھودنا' چھیلنا' گرانا وغیرہ تصرفات کرتا ہے ان میں سے کوئی بھی تصرف ممتنع نہیں لیکن ان سب تصرفات کے باوجود ابن آدم ان میں سے کسی بھی چیز کی ایجاد پر بغیر اہل کے قادر نہیں اور جو ایجاد سے عاجز ہو تو وہ اپنی ذات کے حق میں بھی محدث نہیں ہوسکتا اس کے علاوہ ان اشیاء کے مثل بھی کوئی چیز ان کے لیے موجد نہیں ہوسکتی پس حقیقت یہ ہے کہ ان کی موجد ایسی ذات ہے جس کے ارادہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی اور نہ کسی چیز کا احداث اس کے لیے ممتنع ہے' اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ اس سے کیوں انکار کرتے ہیں کہ اشیاء مذکورہ کا وجود کسی قدیم کے فعل کا نتیجہ ہے' مانا! لیکن قدیم کے واحد ہونے پر ہی کیوں اصرار ہے؟

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے وجود کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں محیر العقول نظام اور مسلسل ومتصل تدابیر وتصرفات نظر آتے ہیں اور تخلیقی ڈھانچہ انتہائی کامل دکھائی دیتا ہے لہٰذا اس بنا پر ہم کہتے ہیں اگر تدبیر وتصرف کرنے والے دو ہوں جیسا کہ قائل نے کہا تو ان میں اتفاق ہوگا یا اختلاف اگر اتفاق ہو تو درحقیقت یہ بالکل ایک ہی ہوگا اور دونوں کا معنی ایک ہوگا بلکہ قائل نے از خود ایک کو دو قرار دے دیا جو بدہیۃ خلاف عقل ہے اور اگر اختلاف ہو تو وجود خلق احسن وکامل نہ ہوا اور نہ اس میں تدبیر وتصرفات منظم پیمانے پر ممکن ہے۔ اس لیے کہ ہر ایک کا فعل دوسرے کے خلاف ہوگا ان میں سے ایک جب کسی کو زندہ کرے گا تو دوسرا اس کی موت سے ہمکنار کرے گا ایک اگر کسی چیز کو ایجاد کرے گا تو دوسرا اس کو فنا کرے گا اس کشمکش میں یہ محال و ناممکن ہے کہ کسی شی کا وجود صحیح سالم ساتھ پایا جائے لہٰذا تمام نظام خلق کا اس احسن ومنظم پیمانے پر ہونا ذات قدیم کے ایک ہونے کی بدیہی ومشاہداتی دلیل ہے۔

اسی حقیقت کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا:

ترجمہ ''اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے تو یہ دونوں تباہ وفنا ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ جو کہ رب عرش ہے ان تمام چیزوں سے پاک ہے جو کہ یہ مشرکین بیان کرتے ہیں''۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۲)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی اولاد قرار نہیں دیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے اگر ایسا ہوتا تو ہر اللہ اپنی بنائی ہوئی چیز کو جدا کر لیتا اور دوسرے پر چڑھائی کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز سے پاک ہے جو یہ (مشرکین) بیان کرتے ہیں اور وہ پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کو جاننے والا اور ہر قسم کے شریک سے بلند وبرتر وپاک ہے''۔

(سورہ المومنون آیت نمبر ۹۱ تا ۹۲)

یہ دونوں آیت اہلِ شرک کے دعویٰ کے بطلان پر مختصر وبلیغ ترین حجت ومضبوط ترین دلیل ہیں۔ حاصل ان کا یہی ہے کہ اگر آسمان وزمین میں ماسوائے اللہ کے کئی اللہ ہوتے تو ان میں اتفاق ہوتا یا اختلاف۔ اتفاق کی صورت میں قدیم کے دو ہونے کا قول باطل ہو جاتا اور اقرار توحید کے بغیر چارہ نہیں رہتا اور اختلاف کی صورت میں آسمان وزمین میں فساد وفنا لازم آتا اس لیے کہ ایک اگر کسی چیز کو پیدا کرتا تو دوسرا اس کی مخالفت کی بناء پر معدوم وختم کرنے کی کوشش کرتا کیونکہ ہم نے دونوں کے افعال مختلف فرض کیے ہیں۔ جس طرح کہ آگ کا کام گرم کرنا اور برف کا کام ٹھنڈا کرنا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور اعتبار سے بھی یہ قول باطل ہے اور وہ اس طرح کہ اگر بالفرض اہل شرک کے دعوے کے مطابق دو قدیم وجود تسلیم کر لیے جائیں تو وہ قدیمین دو حال سے خالی نہیں دونوں قوی ہوں گے یا عاجز اگر عاجز ہوں تو ہر ایک اپنے مقابل کی نسبت عاجز ہوگا اس لیے کہ مقابل کو ہم نے قوی قرار دے دیا جس کا لازمی نتیجہ دوسرے کا عجز ہے اس دلیل کی رو سے دونوں ہی عاجز قرار پائیں گے اور عاجز اللہ بننے کا اہل نہیں اگر ایک اپنے مقابل پر قوی ہو تو مغلوب اپنے ساتھی کی قوت کے سامنے عاجز اور بے بس ہوگا اور یہ معنی اللہ ہونے کے منافی ہے نتیجہ یہ ہے کہ قدیم واحد کا تسلیم کرنا ضروری ہے وگرنہ ہر صورت میں محال کو تسلیم کرنا لازم آتا

دوم:

لیکن ابن اسحاق کا قول ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ نور اور ظلمت ہے۔ سو وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا فرمایا اور ان کے درمیان امتیاز کیا۔ پھر ظلمت سے سیاہ اندھیری رات بنائی اور نور سے روشن و چمکدار دن بنایا جو کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان دونوں اقوال میں سے میرے نزدیک درست اور صحیح قول ''قول ابن عباس رضی اللہ عنہما'' ہے اس لیے کہ وہ حدیث نبویؐ کے عین موافق ہے''۔

نکتہ:

پس اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ دو قول جو آپ نے ذکر کیے ہیں۔ یعنی پہلا قول کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا' اور دوسرا قول کے سب سے پہلے ظلمت کو پیدا کیا اور ان میں آپ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ جو کہ ابن عباس کا قول ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس سے روایت کی کیا توجیہ و جواب ہوگا۔ جو کہ ابو ہاشم کے طریق سے مروی ہے اور وہ یہ سفیان ابو ہاشم سے نقل کرتے ہیں اور حضرت مجاہدؒ سے کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ کچھ لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور میں ان میں سے کسی کے بالوں کو پکڑوں تو ان کو جھاڑ کر رکھ دوں یعنی گنجا کر دوں گا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کو پیدا کرنے سے قبل اپنے عرش پر تھا پس سب سے پہلی چیز اس نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا پھر وہ قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھنا شروع ہوا' اور آج کل لوگ جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے ہی فراغت ہو چکی ہے۔ یعنی قلم لکھ کر فارغ ہو چکا اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ سب سے پہلی مخلوق عرش الٰہی ہے اور اس کے بعد قلم اور جو آپ نے نقل کیا ہے۔ اس کے مطابق سب سے پہلی مخلوق قلم ہے لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول دونوں اقوال میں تعارض ہے۔

اسی طرح ابن اسحاقؒ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی:

﴿ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ﴾

''وہی ذات ہے جس سے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور تھا اس کا عرش پانی پر''۔

تو فرمایا کہ پانی پر عرش الٰہی تھا' اور عرش الٰہی پر اللہ عزوجل اپنی شان کے مطابق جلوہ افروز ہوئے پھر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت کو پیدا فرمایا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تفسیر اس قول کے معارض ہے جو آپ نے ذکر کیا۔ لہٰذا ان سے مروی دونوں اقوال میں بھی معارض پایا گیا۔

جواب:

سوان کا حل یہ ہے کہ تعارض اول کے بارے میں تو یہ کہا جائے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت اگر صحیح سند سے ثابت ہے جو کہ آپ نے ذکر کی ہے۔ تو اس کو ان سے ایک روایت قرار دیا جائے گا۔ اس کو سفیان نے ابو ہاشم سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

الاثنین، الثلاثا، الاربعا، خمیس رکھتے ہیں ممکن ہے کہ دیگر عرب ان کو ابجد، ہوز، حطی، کلمن، سعفص، قرشت سے جانتے ہوں کیونکہ لا مناقشۃ فی اسماء الاشیاء. اشیاء کے ناموں میں کوئی جھگڑا و نزاع نہیں ہوا کرتا۔

علامہ طبریؒ ایک اور تعارض کو حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مذکورہ بالا اقوال میں چھ ایام کا ذکر ہے۔ لیکن وہب بن منبہؒ سے مروی ہے کہ ایام سات ہیں لیکن ان میں بھی تعارض نہیں اس لیے کہ ضحاک اور عطا نے ایام کے چھ ہونے کا ذکر فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس کی تخلیق میں چھ دن صرف ہوئے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ (سورہ ہود آیت نمبر ۷)

اور وہب بن منبہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہفتہ میں کل سات دن ہوتے ہیں نہ کہ چھ۔

اسمائے ایام:

ان ایام ستہ میں سے تخلیق کائنات کی ابتداء کس دن ہوئی اس میں علماء سلف کا اختلاف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس کی ابتداء یوم الاحد (اتوار) سے ہوئی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی ابتداء فرمائی اور زمین کو اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا۔ ایک دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے تخلیق کی ابتداء اتوار سے فرمائی اور زمین کو بروز اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا اور کعبؒ سے مروی ہے کہ ابتداء خلق کے وقت اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو بروز اتوار و پیر پیدا فرمایا اور مفسر قرآن حضرت ضحاکؒ سے باری تعالیٰ کے اس قول ﴿ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ ایام آخرت میں سے ہر یوم کی مقدار ایک ہزار سال ہے اور ابتدائے خلق اتوار کے دن ہوئی۔ حضرت مجاہدؒ سے بھی یہ ہی منقول ہے کہ ابتداء خلق اتوار کے دن ہوئی۔

بعض فرماتے ہیں کہ ابتدائے خلق ہفتہ کے دن ہوئی۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے محمد بن ابی اسحٰقؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اہل تورات اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء خلق اتوار کو فرمائی اور اہل انجیل قائل ہیں کہ پیر کو فرمائی اور ہم مسلمان رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے جو ہم تک پہنچی ہے کہتے ہیں کہ ابتداء خلق ہفتہ کو ہوئی۔ درج بالا بحث سے ابتدائے خلق کی بابت دو قول معلوم ہوئے ہیں۔ اول یوم الاحد، ثانی یوم السبت ہر ایک قول پر دلیل ماقبل میں گزر چکی ہے لیکن مزید تقویت کے لیے کچھ اور احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عکرمہؒ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار اور پیر کے دن پیدا فرمایا۔ یہ روایت قول اول کے قائلین کا متدل ہے۔

عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن۔ یہ روایت قول ثانی کے قائلین کا متدل ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں ان دونوں اقوال میں سے میرے نزدیک راجح پہلا قول ہے یعنی ابتداء خلق یوم الاحد کو ہوئی اس لیے کہ علماء سلف نے اسی قول پر اجماع و اتفاق کیا ہے۔

اور ابن اسحاق کا قول کہ ابتدائے خلق ہفتہ کو ہوئی اس کی بنیاد اصل میں یہ ہے کہ روایات کے موافق اللہ تعالیٰ تخلیق کائنات سے جمعہ کے دن فارغ ہوئے۔ اور یہ بالاتفاق ساتواں دن ہے۔ اسی دن حق تعالیٰ شانہ عرش پر رونق افروز ہوئے اور اسی دن کو مسلمانوں کے لیے عید کا دن قرار دیا جب آخری دن یہ یعنی یوم سابع ہے جو کہ فراغت کا دن ہے تو پہلا دن یقیناً ہفتہ ہوگا جو کہ ابتدائے مصروفیت کا دن ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے اپنے اس قول ودعوی میں جس دلیل کا سہارا لیا ہے جو کہ ماقبل میں گزری وہ درست نہیں اس لیے کہ یہ انکا ذاتی استنباط ہے نہ کہ خبر مرفوع لہٰذا دلائل قطعیہ کے مقابلے میں حجت نہ ہوگا۔ ابن اسحاق کے قول کے مطابق تخلیق کائنات میں سات دن صرف ہوئے لیکن قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو خبر دی کہ اس میں چھ دن صرف ہوئے ہیں۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ ''اللہ وہی ذات ہے جس نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب چھ دن میں پیدا فرمایا پھر عرش پر (اپنی شان کے مطابق) جلوہ افروز ہوا۔ نہیں ہے تمہارے لیے اس کے مقابلے میں کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے''۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر؟)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''آپ ان سے فرما دیجیے کہ کیا تم انکار کرتے ہو اس ذات کا جس نے آسمان وزمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لیے شرکاء قرار دیتے ہو۔ یہ تو رب العالمین ہے۔ اس نے پہاڑوں کو زمین کے اندر ذرا بلند کر کے بنایا۔ اور اس زمین کے اندر برکتیں رکھیں۔ اور اس میں تمہارا رزق مقرر فرمایا''۔ (یعنی حسب ضرورت رکھ دیا)

یہ سارا عمل چار دن میں ہوا۔ (اور یہ کل چھ دن ہو گئے) اور سوال کرنے والوں کے لیے اس قدر بیان کافی ہے پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور وہ دھوئیں کی شکل میں تھا اور آسمان وزمین دونوں سے فرمایا تم تابعداری کرو خوشی سے یا زبردستی۔ وہ کہنے لگے کہ ہم خوشی سے تابعداری کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دن میں بنایا اور ہر آسمان کی طرف اپنے حکم کی وحی فرمائی اور آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی علاوہ زینت کے حفاظت بھی مقصود ہے یہ سب زبردست جاننے والے کا مقرر کردہ نظام ہے۔

اہل علم کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ''فقضاھن سبع سموت فی یومین'' (پس اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو دو دن میں بنایا) اس آیت میں جن دو ایام کا ذکر ہے یہ ان چھ ایام میں داخل ہیں جن کا ماقبل میں تذکرہ ہوا پس ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔

اور احادیث بکثرت اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سب سے آخر میں فرمائی اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ یہ جمعہ کا دن جس میں فراغت ہوئی یہ بھی ان چھ ایام میں داخل ہوا ہے۔ جو تخلیق کائنات میں صرف ہوئے جن کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوا۔ اگر اس دن کو ان چھ ایام میں داخل نہ مانیں تو لازم آئے گا کہ تخلیق میں سات دن صرف ہوئے۔ حالانکہ یہ نصوص کے خلاف ہے۔ لہٰذا ابن اسحاق کا جمعہ کو یوم سابع قرار دے کر ایام ستہ سے الگ ماننا اور ایام ستہ کی ابتداء ہفتہ سے قرار دینا درست

نہیں بلکہ جمعہ کا دن ایام ستہ ہی میں داخل ہے اور ان ایام ستہ کی ابتداء اتوار کے دن سے ہوئی جیسا کہ ہم نے ماقبل میں دلائل کے ساتھ ثابت کیا۔

اور یہ بات کہ جمعہ کے دن ہی تخلیق کائنات سے فراغت ہوئی اس بارے میں اخبار مرفوعہ وآثار موقوف ہم عنقریب انشاء اللہ کسی مناسب مقام میں ذکر کریں گے۔

کس دن کیا چیز پیدا ہوئی ۔ اتوار و سوموار:

علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سے دن کیا چیز پیدا ہوئی؟ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتوار کے دن اس کائنات کی ابتداء فرمائی پس اتوار اور پیر کو تمام زمین پیدا فرمائیں۔ منگل اور بدھ کو رزق وخوراک اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا جمعرات اور جمعہ کو آسمانوں کی تخلیق فرمائی اور جمعہ کی آخری ساعت میں اس سے فراغت ہوئی اس آخری ساعت میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بصفت عجلت پیدا فرمایا اور یہی وہ ساعت ہے کہ جس میں قیامت قائم ہوگی۔

ابن عباس ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ نے سات زمینوں کو دو دن یعنی اتوار اور پیر کو پیدا فرمایا اور ان کے اندر پہاڑوں' معدنیات ارزاق' درختوں اور جو چیزیں ان کے مناسب تھیں ان سب کو منگل و بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ پھر آسمان کی تخلیق کی طرف توجہ فرمائی وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا۔ پس اس کو جسم واحد بنایا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے فرمایا یہاں تک کہ سات آسمان ہو گئے یہ کام جمعرات و جمعہ کو ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک اور روایت میں بھی یہی بات ہے کہ زمینوں کی تخلیق اتوار و پیر کو ہوئی۔ پس ان تمام اقوال سے ثابت ہوا کہ زمین اور اس کی معدنیات کی پیدائش بغیر کسی تفصیل کے آسمان سے پہلے ہوئی اس لیے کہ ان حضرات کے نزدیک اس کی پیدائش کے دن اتوار اور پیر ہیں جو کہ ایام ستہ کے ابتدائی دن ہیں اور آسمان کی تخلیق کے دن ان کے علاوہ ہیں جو کہ یقیناً موخر ہیں۔

اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین اور اس کے اندر کی تمام چیزیں خام مادہ کی شکل میں پیدا فرمائیں پھر سات آسمان بنائے اس کے بعد زمین کو موجودہ ہیت پر پھیلا دیا اور اس کو یہ صورت بخشی۔

اس کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو کہ "و الارض بعد ذلك دحها" کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے زمین کو آسمان سے پہلے پیدا فرمایا اور دوسری جگہ بیان تخلیق میں آسمان کا تذکرہ زمین سے پہلے ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پیدا فرمایا۔ دونوں آیات میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین کو جملہ معدنیات سے پیدا فرمایا لیکن اس کو موجودہ ہیت پر پھیلایا نہیں اس کے بعد سات آسمان بنائے پھر زمین کو موجودہ شکل میں پھیلا دیا جو کہ ہمیں نظر آ رہی ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس آیت کی تفسیر میں ان ہی سے کچھ منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان کی تخلیق سے فارغ ہوا تو زمین میں موجودہ رزق' معدنیات کو پھیلایا اور پہاڑوں کو نصب فرمایا معلوم ہوا کہ زمین کی نباتات وخوراک وغیرہ شمس وقمر کے بغیر عادتاً نہیں اگ سکتیں اس لیے ان سے پہلے شمس وقمر کا ہونا ضروری ہے جو کہ اشیاء سماوی میں سے ہیں اس سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ زمین اور اس کی نبات وغیرہ کو پھیلانے کا عمل آسمان کی تخلیق کے بعد ہوا ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آسمان کی تخلیق کا تذکرہ کے بعد فرمایا کہ "ہم نے اس کے بعد زمین کو بچھایا

اور اس میں سے اس کا پانی اور نباتات نکالیں''۔ (سورۃ النازعات آیت نمبر ۳۰ تا ۳۲)

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں زیر بحث مسئلہ میں ہمارے نزدیک درست قول وہی ہے جس کے قائلین نے کہا اللہ تعالیٰ نے زمین کو اتوار کے دن پیدا فرمایا اور آسمان کو جمعرات کے دن اور ستارے چاند سورج کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا اس لیے کہ اس قول کی حجت پر حدیث مرفوع وارد ہو چکی ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا درج بالا قول ''کہ زمین کو پیدا کیا لیکن پھیلایا نہیں۔ بلکہ آسمان کو پیدا کرنے کے بعد اس کو پھیلایا۔ اور اس میں سے پانی و نباتات نکالے پہاڑوں کو نصب کیا گیا''۔ اس کے معارض نہیں۔ جس کو ہم نے ترجیح دی ہے اس لیے کہ ہم نے خلق ارض کا ذکر کیا اور وہ دحوارض (پھیلانا) ثابت کر رہے ہیں۔ اور دحو کے معنی میں مغایرت ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں جس سے اس کی تائید ہوتی ہے:

''کیا تم خلقت کے اعتبار سے زیادہ سخت اور دشوار ہو یا آسمان جس کو ہم نے بنایا اور اس کی چھت کو بلند کیا پھر اس کو ہر اعتبار سے درست کیا اور رات کو تاریک و دن کو روشن بنایا اس کے بعد زمین کو بچھایا' پھیلایا اور اس سے اس کے پانی اور نباتات کو نکالا اور پہاڑوں کو نصب کیا''۔ (سورۃ النازعات آیت نمبر ۲۸ تا ۳۲)

پس اگر یہ کہا جائے کہ اہل علم کی ایک جماعت نے باری تعالیٰ کے قول ''والارض بعد ذلك دحها'' میں تعارض سے بچنے کے لیے یہ توجیہ کی ہے کہ بعد ذلك ''مع ذلك'' کے معنی میں ہے اور آپؑ نے بعد ذلك کو اسی معنی میں رکھا جو قبل کا متقابل ہے سو آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے؟۔

اس کا جواب یہ ہے کہ معروف و اصل معنی بعد کا کلام عرب میں وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ یعنی قبل کا متقابل نہ کہ بمعنی مع۔ اور جب کلام میں توجیہ کی جاتی ہے تو اس کے معروف و مختار معنی کے ساتھ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہاں بعد کو اس کے اصل معنی ہی میں استعمال کیا جائے گا۔

مسئلۃ الباب میں ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت عتیق (خانہ کعبہ) کو دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل پانی کے اوپر چار ستونوں پر پیدا فرمایا۔ پھر اس کے نیچے سے زمین کو بچھانے کا عمل ہوا۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دنیا کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل بیت اللہ کو چار ستونوں کے اوپر پانی کے اوپر رکھا گیا پھر زمین کو اس کے نیچے بچھایا گیا۔

اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کو اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور اسی کے نیچے سے زمین کو بچھایا گیا۔ ان روایات سے بھی اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ زمین کی تخلیق دو مرحلوں میں ہوئی ہے اس تمام تر تفصیل سے یہ بات ثابت ہوئی کہ زمین کی تخلیق قبل السموات ہوئی ہے لیکن اس کو بچھانے اور پھیلانے کا عمل مع اس کے خزائن کے آسمانوں کے بعد ہوا۔ ابو بکرؓ سے مروی ہے کہ یہود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا اے محمد ﷺ آپ ہمیں بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایام ستہ میں کون کون سی چیزیں پیدا فرمائی ہیں آپ نے فرمایا زمین کو اتوار اور پیر کے دن' پہاڑوں کو منگل کے دن' شہد' رزق' نہریں' آباد جگہیں اور ویرانے بدھ کے دن آسمان و ملائکہ کو جمعرات کے دن پیدا فرمایا اور جب جمعہ کے دن کی تین ساعات باقی رہ گئیں تھیں تو پہلی ساعت میں اموات' دوسری میں آفات' اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا یہود کہنے لگے آپ کی بات درست ہے اگر اس کا اختتام صحیح ہو۔ نبی کریم ﷺ ان کا مقصد سمجھ گئے اور ناراض ہوئے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ مَا مَسَّنَا مِنۡ لُّغُوۡبٍ فَاصۡبِرۡ عَلٰی مَایَقُوۡلُوۡنَ ﴾ (سورۃ ق آیت نمبر ۳۸ تا ۳۹)

''ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوئی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں آپ ان پر صبر کیجئے''۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ماقبل میں آپ نے پرزور دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا تھا کہ زمین کی تخلیق آسمان سے قبل ہوئی اور اس مسئلہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایات کا آپ نے حوالہ دیا لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وہ روایت اس کے معارض نہیں جن سے ثابت ہوا کہ آسمان کی تخلیق زمین سے پہلے ہوئی مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا: سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا اسے حکم دیا اکتب (لکھ) اس نے کہا اے میرے رب کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھو۔ پس قلم قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھنا شروع ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کے بخارات کو بلند فرمایا اور اس سے سات آسمان بنائے پھر ایک مچھلی کو پیدا فرمایا اور اس کی پشت پر زمین کو بچھایا اس مچھلی نے حرکت کی جس کی وجہ سے زمین ڈگمگانے لگی تو پہاڑوں کے ذریعے اسے استقرار بخشا پس یہ پہاڑ زمین پر فخر جتلاتے ہیں اور پھر آخر میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ نٓ وَ الۡقَلَمِ وَ مَا یَسۡطُرُوۡنَ ﴾ (سورۃ القلم آیت ۱)

''نٓ۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں''۔

یہاں قلم سے مراد قلم تقدیر ہے۔ اسحٰق کے طریقہ میں بھی یہی روایت قدرے مختلف انداز کے ساتھ سفیان مروی ہے۔ کے طریق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھا اسے حکم دیا کہ اکتب (لکھ) اس نے کہا کہ کیا لکھوں فرمایا کہ تقدیر لکھو پس قلم قیامت تک ہونے والے تمام امور کو لکھنا شروع ہوا' پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو پیدا فرمایا اور پانی کے بخارات کو پیدا فرما کہ اس سے آسمان بنایا اور زمین کو مچھلی کی پشت پر بچھایا۔ اس مچھلی میں حرکت واضطراب پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے زمین ڈگمگانے لگی تو پہاڑوں کے ذریعے اسے استقرار بخشا اب یہ پہاڑ زمین پر کھڑے ہوئے فخر کرتے ہیں۔

اور عطا بن سائب کے طریق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا اکتب (لکھ) پس اس نے قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔ پھر مچھلی کو پانی پر پیدا فرمایا اور زمین کو اس کے اوپر بچھا دیا۔

جواب:

ان تمام روایات کے جواب میں کہا جائے گا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ان کی ان روایات کے معارض نہیں جو کہ ہم نے اپنے موقف میں پیش کی ہیں صرف سطحی نظر سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے نفس الاصر اور حقیقت میں متعارض نہیں اس جواب کی تائید ''هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ'' (البقرہ آیت نمبر ۲۹) کی تفسیر میں ان سے مروی روایت سے ہوتی ہے جس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا سوائے ان چیزوں کے جو اس نے پانی سے قبل پیدا کیں پھر جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ ہوا تو پانی سے دھواں نکالا اور اس کو پانی سے بہت بلند فرمایا اور اس کا نام سماء رکھا پھر

بقیہ پانی کو خشک کیا اور اسے ایک زمین کی شکل میں بنایا پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات زمینیں دو دن اتوار اور پیر کو بنائیں پس یہ زمین پہلے جسم واحد شکل میں مچھلی پر تھیں اور یہ وہی مچھلی ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ ''ن والقلم'' کے الفاظ سے فرمایا ہے۔ (یعنی ن سے مراد مچھلی ہے) اور یہ مچھلی پانی میں تھی اور پانی ایک بڑے پتھر پر اور پتھر فرشتہ کی پشت پر اور فرشتہ چٹان پر اور چٹان ہوا پر تھی پس مچھلی میں حرکت و اضطراب ہوا جس کی وجہ سے زمین پر زلزلہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو زمین پر نصب فرمایا اور وہ ٹھہر گئی پس اس وجہ سے پہاڑ زمین پر فخر جتلاتے ہیں۔ باری تعالیٰ کے قول ''وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ'' (النحل آیت نمبر۱۵) میں اس کے نصب کیے جانے کا تذکرہ ہے۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں اس تفسیر روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آسمان وزمین کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو پانی سے دھواں نکالا (جس کو کہیں بخارات سے تعبیر کیا گیا ہے) اور اس کو پانی سے بہت بلند فرما کر اس کا نام سماء رکھا اس لیے ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو اور اس سے بلند ہو تو بلند چیز اس کے لیے سماء کہلاتی ہے معلوم ہوا کہ سماء سے مراد ان حضرات کی یہ ہے کہ جب آسمان دھوئیں اور بخار کی شکل میں تھا موجودہ شکل میں نہ تھا۔ اس کے بعد بقیہ پانی خشک کر کے زمین بنائی گئی۔ یعنی آسمان کی تخلیق بھی دو مرحلوں میں ہوئیں۔ اور زمین کی تخلیق بھی دو مرحلوں میں ہوئی۔ جس کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے آسمان کو دھوئیں و بخارات کی شکل میں بمعہ معدنیات وخزائن کے پیدا فرمایا لیکن اس کو پھیلایا نہیں پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں موجودہ شکل عنایت فرمائی پھر زمین کی طرف توجہ فرمائی اور اس کو بچھانے اور پھیلانے کا عمل ہوا۔ اس تقدیر پر تمام روایات متفق ہو جاتی ہیں لہٰذا جو یہ کہتے ہیں کہ آسمان پہلے بنا اور زمین بعد میں بنی اس پر احادیث سے استدلال کرتے ہیں تو کہا جائے گا اس سے مراد آسمان وزمین کا خام حالت میں بننا ہے اور اس خام حالت میں واقعتاً آسمان کی تخلیق زمین سے مقدم ہے۔ جیسا کہ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ پانی کے جو بخارات اوپر کی طرف بلند ہوئے اس سے آسمان اور بقیہ جو پانی رہ گیا تھا اسے خشک کر کے زمین بنائی گئی۔

یہ تمام تر تفصیل یوم الاحد (اتوار) سے متعلق تھی کہ اس دن کیا چیز پیدا ہوئی اور یوم الاثنین (پیر) کا ذکر بھی ضمناً ہو چکا ہے۔ البتہ یوم الثلاثا وار بعاء (منگل بدھ) کے متعلق کچھ روایات ہم یہاں ذکر کریں گے۔

منگل، بدھ:

ابن عباسؓ ابن مسعود اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر پہاڑوں اور درختوں اس میں رہنے والوں کے لیے خوراک اور جو کچھ زمین کے لیے مناسب تھا ان سب کو دو دن یعنی منگل اور بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ اس کا بیان قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجیے کیا تم انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم شریک قرار دیتے ہو اس کے لیے حالانکہ وہی رب العالمین ہے اسی نے زمین کے اوپر پہاڑوں کو پیدا فرمایا اور اس میں برکتیں رکھیں اس میں لوگوں کی خوراک اور غذا حسبِ ضرورت پیدا فرمائی اور یہ تمام عمل منگل کے دن ہوا۔ پوچھنے والوں کے لیے یہ بیان کافی ہے''۔

ان حضرات کا بیان ہے کہ یہ تمام کام اسی طرح واقع ہوا جیسا کہ اس آیت میں بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے پھر آسمان کی طرف توجہ فرمائی وہ اس وقت دھوئیں کی شکل میں تھا اور یہ دھواں اصل میں پانی کے سانس لینے کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا (اس سے مراد پانی کے

اندر سے بھاپ و بخارات کا اٹھنا ہے) اس دھوئیں کو آسمان واحد میں تبدیل کیا اور اس کے ٹکڑے کر کے سات آسمان دو دن یعنی جمعرات و جمعہ کو تخلیق فرمائے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غذا و خوراک اور پہاڑوں کو منگل و بدھ کے دن پیدا فرمایا۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا فرمایا۔ اسی وجہ سے لوگ اس دن کو بھاری خیال کرتے ہیں۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں اس باب میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ اور اس کے منافع کو منگل کے دن' اور درخت پانی' شہر' آبادیاں' ویرانے بدھ کے دن پیدا فرمائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو اتوار کے دن' درختوں کو پیر کے دن' مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن پیدا فرمایا لیکن پہلی روایت یعنی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما سنداً زیادہ صحیح اور اقرب الی الصواب ہے اور علمائے سلف کا بھی یہی خیال ہے۔

جمعرات، جمعہ:

اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے حالانکہ اس سے پہلے وہ باہم جڑے ہوئے تھے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما' ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے "ثم استوی الی السماء وھی دخان" (حٰم سجدہ آیت ۱۱) کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ دھواں پانی کے سانس لینے کی وجہ سے ظاہر ہوا تھا اس دھوئیں کو اولاً آسمان واحد کی شکل میں بنایا پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے سات آسمانوں کی موجودہ شکل میں ڈھالا اور یہ عمل جمعرات و جمعہ کے دن ہوا' اور جمعہ کا نام جمعہ اس لیے پڑا کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو جمع فرمایا اور ان کی طرف وحی فرمائی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ وَ اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا ﴾

ترجمہ: ''ہم نے ہر آسمان میں اپنے امر کی وحی فرمائی''۔

اسی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس کی مخلوق یعنی فرشتے پیدا فرمائے اس کے علاوہ سمندر' اولوں کے پہاڑ اور بہت سی چیزیں جو معلوم نہیں وہ پیدا فرمائیں اور آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی ان ستاروں کو زینت کے ساتھ ساتھ شیاطین سے حفاظت کا ذریعہ بھی بنایا۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنی پسندیدہ چیزوں سے فارغ ہوئے تو اپنے بیان کے موافق عرش پر جلوہ افروز ہوئے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو جمعرات و جمعہ کے دن پیدا فرمایا اور جمعہ کی آخری ساعت میں فراغت ہوئی اس ساعت میں آدم علیہ السلام کو بصفتِ عجلت پیدا فرمایا۔ پس یہی وہ ساعت ہے جس میں قیامت قائم ہو گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہریں اور درخت بدھ کے دن پیدا فرمائے۔ پرندے درندے کیڑے مکوڑے جمعرات کے دن اور انسان کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا پس جمعہ کے دن تمام چیزوں کی تخلیق سے فراغت ہوئی۔

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول جو ہم نے ماقبل میں ذکر کیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں' ملائکہ' اور آدم علیہ السلام کو جمعرات اور جمعہ کے دن پیدا فرمایا یہ ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہے اس لیے اس پر خبر مرفوع وارد ہو چکی ہے۔

شیطان کو جنت سے کب نکالا گیا:

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جمعرات کے دن آسمان پیدا فرمایا اور جمعہ کے دن ستارے، چاند، سورج اور ملائکہ پیدا فرمائے یہاں تک کہ تین ساعات باقی رہ گئیں تو پہلی ساعت میں موت کے اوقات مقررہ ''کون کتنا وقت زندہ رہے گا اور کب مرے گا'' پیدا فرمائے دوسری ساعت میں نفع مند چیزوں پر آنے والی آفات کو پیدا فرمایا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ عطا فرمایا اور ابلیس کو سجدہ کا حکم دیا اور ابلیس کو آخری ساعت کے آخر میں جنت سے نکالا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں جانوروں کو جمعرات کے دن پھیلایا، اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا اور یہ آخری مخلوق تھی جو ساعت جمعہ سے آخری ساعت میں پیدا ہوئی۔

وقت کی مقدار:

علامہ طبریؒ فرماتے ہیں کہ سابقہ دلائل و براہین اور احادیث و آثار سے یہ بات قلعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ آسمان و زمین اور ان کے مابین و اندر کی اشیاء کی تخلیق میں چھ دن صرف ہوئے اور اب چھ دنوں میں سے ہر دن دنیا کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا تھا لہٰذا کل مدت چھ ہزار سال ہو گئی اور یہ بھی احادیث کے حوالے سے ماقبل میں گزرا کہ قلم تقدیر کی تخلیق اور آسمان و زمین کی ابتدائے خلق کے درمیان ایک ہزار سال کا فصل ہے۔ چونکہ قلم سب سے پہلی مخلوق ہے لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ ابتدائے خلق سے لے کر فراغ خلق تک کل مدت کسی قدر کمی بیشی کے امکان کے ساتھ سات ہزار سال ہے اور یہ بات بھی دلائل کثیرہ سے مدلل طریقہ پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کے بعد سے اس کی فنا تک کل مدت کسی کمی بیشی کے امکان کے ساتھ سات ہزار سال ہے سو ان مقدمات کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ اس کائنات کی ابتدائے خلق سے فنائے خلق تک کی کل مدت باعتبار دنیا کے ۱۴ ہزار سال ہے اور عالم آخرت کے اعتبار سے چودہ دن ہے فقط۔ اور اس کائنات کی فنا کے بعد صورت حال دوبارہ اسی طرف لوٹ آئے گی جو کہ اس کائنات کے بننے سے پہلے تھی۔ صرف اللہ تعالیٰ کی کریم و عزیز ذات ہے جو کہ قدیم ولا زوال ہے ہر چیز سے پہلے بھی وہ تھا اور ہر چیز کی فنا کے بعد بھی وہی ہوگا۔

نکتہ:

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ ایام ستہ جو تخلیق کائنات میں صرف ہوئے ان میں سے ہر دن باعتبار دنیا کے ایک ہزار سال کا تھا نہ کہ اس کے برابر جو اہل دنیا کے ہاں متعارف ہے یعنی طلوع شمس سے غروب شمس تک کا وقت اس لیے کہ قرآن کریم میں مطلق ایام ستہ کا ذکر ہے اور اس کی مقدار و صراحت جو آپ نے بیان کی ہے اس کا وہاں نہ بیان ہے نہ اشارہ۔ لہٰذا ایام کا جو معنی مخاطبین قرآن کے یہاں معروف ہے۔ اس کو اسی پر محمول کیا جائے۔ اور آپ بھی اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے قرآن کریم میں ان معانی کے ساتھ خطاب فرماتا ہے جو کہ عندالناس اشہر و اغلب ہوں۔ اور یہاں اشہر و اغلب معنی طلوع شمس سے غروب شمس تک کے وقت کے برابر وقت ہے۔ لیکن آپ نے غیر معروف معنی قرار لیا جو کہ درست نہیں اور یہ اس وجہ سے بھی بعید معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کا قول صرف ''کن'' ہوتا ہے اور چیز وجود میں آ جاتی

ہے ایسی ذات کے بارے میں یہ وصف بیان کرنا کہ اس کو تخلیق کائنات میں چھ ہزار سال لگے غیر مناسب معلوم ہوتا ہے' قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اَمۡرُنَا اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ بِالۡبَصَرِ ﴾ (سورۃ القمر آیت ۵۰)

''ہمارا امر نہیں ہوتا مگر پلک جھپکنے کی طرح''۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ کیا اور جو معنی مراد لیا اس کی بنیاد احادیث و آثار ہیں نہ کہ عقلی اور فکری استخراج، اس لیے کہ یہ مسئلہ غیر مدرک بالقیاس ہے۔ اس میں عقلی دلائل کی بنیاد پر کسی چیز کا اثبات نہیں ہوسکتا صرف نقول معتبرہ سے ہی دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ اور اگر نقول معتبرہ کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے علم کے مطابق گذشتہ ائمہ دین میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف قول اختیار نہیں کیا۔

مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ ان میں سے ہر دن تمہارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہے اور انہی سے "فی یوم کان مقدارہ الف سنة مما تعدون" (سورۃ السجدہ آیت ۵) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایسے چھ ایام تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق فرمائی' اور حضرت ضحاکؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے: ایام ستہ جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین اور ان کے مابین چیزیں تخلیق فرمائیں ان میں سے ایک دن اس دن کے برابر ہے جو آیت میں بیان ہوا اور آیت میں ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال ہی ہے۔ اور حضرت ضحاکؒ سے ہی "هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّةِ اَیَّامٍ" (سورۃ ہود آیت نمبر ۷) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایام آخرت میں سے ہر یوم ایک ہزار سال کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدائے خلق بروز اتوار فرمائی اور بروز جمعہ سب مخلوق کو جمع فرمایا۔

اور حضرت کعبؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق کا آغاز فرمایا اتوار و پیر' منگل و بدھ' جمعرات کو اور جمعہ کے دن اس سے فراغت ہوئی ان میں سے ہر دن ایک ہزار سال کے برابر تھا۔

حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ ایام ستہ میں سے ہر دن تمہارے شمار کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر تھا' اور سائل کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان تو یہ ہے کہ اس کے کلمے ''کن'' سے چیزیں وجود میں آ جاتی ہیں ایسی ذی شان ذات کے بارے میں یہ گمان کہ اسے تخلیق کائنات میں چھ ہزار سال صرف ہوئے کسی طرح بھی مناسب نہیں تو اس کا جواب سائل کے جواب کے اندر ہی ہے اس لیے کہ بزعم شما ایام ستہ سے ایام دنیا ہی مراد لیے جائیں تو یہ اشکال اس وقت بھی بدستور رہے گا۔

ما هو جو ابكم فی هذا فهو جوابنا

دن اور رات سے پہلے کیا تخلیق کیا گیا:

اہل نظر کا اس میں اختلاف ہے کہ دن اور رات میں سے باعتبار تخلیق کے کون مقدم ہے؟ بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو دن سے پہلے بنایا اور اپنے قول پر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ شمس جب غائب ہو جائے اور اس کی روشنی چل جائے تو رات اپنی تاریکیوں کے ساتھ ہجوم کرتی ہے شمس کی روشنی جب تک باقی رہے اس کا نام نہار (دن) ہے اور اس کے چلے جانے کا نام

لیل (رات) ہے۔ معلوم ہوا کہ شمس کی روشنی رات پر وارد ہوتی ہے اور رات اس سے پہلے ہی موجود ہوتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ رات دن پر مقدم ہے بعض آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رات دن سے مقدم ہے انہوں نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جس وقت آسمان زمین میں بند تھے (یعنی موجودہ نفع بخش صورت پر نہ تھے) اور ان کے درمیان صرف تاریکی تھی یہ تمہارے لیے کھلی دلیل ہے کہ رات دن سے مقدم ہے ایک دوسری روایت میں ان سے مروی ہے کہ یقیناً رات دن سے مقدم ہے۔ پھر استدال میں یہ آیت پڑھی:

﴿ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا ﴾

''جس وقت وہ دونوں بند تھے، پھر ہم نے ان دونوں کو کھولا''۔

مرشد بن عبداللہؒ سے مروی ہے کہ عقبہ بن عامرؓ جب رمضان کا چاند دیکھتے تو اس رات میں قیام اللیل فرماتے اور اگلے دن روزہ رکھتے پھر اس کے بعد بھی اس کی راتوں میں قیام فرماتے میں نے یہ بات ابن جبیرؒ سے ذکر کی تو انہوں نے فرمایا رات دن سے پہلے آتی ہے یا دن رات سے پہلے اور بعض دیگر فرماتے ہیں کہ دن رات سے مقدم ہے اور دلیل میں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کے سوا کچھ نہ تھا نہ دن نہ رات۔ اس کے بعد بعض چیزوں کی تخلیق ہوئی تو وہ اللہ کے نور کی وجہ سے منور روشن تھیں یہاں تک کہ رات کو بنایا گیا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اشیاء کا منور اور روشن ہونا پہلے تھا۔ (نہار کی حقیقت بھی روشن کا ہونا ہے) اور رات کا وجود بعد میں (لیل کی حقیقت روشنی کا نہ ہونا ہے جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمہارے رب کے پاس اس وقت نہ رات تھی اور نہ دن، اور آسمانوں کا منور ہونا اس کے چہرے کے نور کے سبب تھا اور تمہارے ایام میں سے ہر یوم کی مقدار اس کے علم میں بارہ گھنٹے تھی۔

ہماری رائے:

میرے نزدیک پہلا قول راجح ہے یعنی رات دن سے مقدم ہے اس لیے کہ نہار (دن) کا وجود تو سورج کی روشنی کا مرہون منت ہوتا ہے اس لیے کہ نہار کی حقیقت ہے کہ سورج کی روشنی کی وجہ سے ماحول اشیاء کا منور و روشن ہونا نہ کہ کسی اور روشنی کی وجہ سے، جیسا کہ قول ثانی کے قائلین نے کہا ہے اور یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہو چکی کہ اللہ تعالیٰ نے شمس کی پیدائش اور اس کا اس کے مدار میں جریان زمین کے بچھانے اور پھیلانے کے بعد فرمایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنَاهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوَّاهَا وَ اَغْطَشَ لَيْلَهَا وَ اَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴾

(النازعات آیت نمبر ۲۷ تا ۲۹)

''کیا تم خلقت کے اعتبار سے زیادہ دشوار ہو یا آسمان کہ جس کو ہم نے بنایا اور اس کی چھت کو بلند کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ اس کی رات کو ڈھانپا اور اس کی روشنی کو نکالا''۔

جب سورج کی تخلیق ہوئی بعد اس کے کہ جب آسمان بن چکا اور بلند ہو چکا تھا اور تاریکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی تو ثابت ہو گیا کہ رات مقدم ہے شمس سے اور شمس پر ہی چونکہ دن کا وجود موقوف ہے تو رات سورج سے بھی لازماً مقدم ہو گی۔

دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ دن اور رات کا معاملہ ہر وقت ہمارے مشاہدے میں ہے ہم دیکھتے ہیں کہ دن